حسرت

جناب عابد رضا صاحب بیدؔ۔ رضا لائبریری رام پور

(۳)

۱۹۰۴ء میں انجمن اُردوئے معلّٰی کے بعض اراکین کالج میں اتفاقیہ طور پر پھر جمع ہو گئے اور کبھی کبھی شعر و سخن کا پھر چرچا ہونے لگا۔ راقم حروف نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر شام کی نشستوں میں اپنی تحریر کردہ شرح بھی سُنانا شروع کی .... اور مشورہ صائب اور نکتہ چینیٔ درست سے بہت کچھ فائدہ اُٹھایا اور اسی زمانے سے اس مجموعے کی اشاعت کا بھی خیال پیدا ہوا ..... ادائے مطالب میں سب سے زیادہ لحاظ اختصار اور سادگی کا رکھا گیا ہے۔ یعنی جہاں تک ہو سکا ہے شعر کا صرف ایک مفہوم مختصر عبارت میں صاف صاف لکھ دیا ہے، مشکل الفاظ کے لغوی معنی علیحدہ لکھنے کے بجائے اشعار کی شرح کے ضمن میں اس طور پر ادا کر دیئے ہیں کہ قلیل تامّل سے خود بخود واضح ہو جائیں۔ مبتدیوں کے لئے شاید یہ اختصار نامناسب ثابت ہو۔ لیکن راقم نے محض مبتدیوں کے خیال سے کتاب کی طوالت کو جائز نہ رکھا"(دیباچہ طبع اوّل)

حسرت سے پہلے حالیؔ (یادگارِ غالب) شوکت میرٹھی، والہ حیدرآبادی (وثوق صراحت) اور نظم طباطبائی دیوانِ غالب کی جزئی یا مکمل شرحیں لکھ چکے تھے لیکن حسرت کسی سے مطمئن نہ ہو سکے اور اسی بے اطمینانی نے اُن سے نئی شرح لکھوادی۔

میرے پیشِ نظر شرحِ حسرت کا جو اڈیشن ہے (طبع چہارم) اس کی ترتیب یہ ہے:۔

دیباچہ ۱ — ۲

مقدمہ: غالب کا حال، ۳ — ۸

مرزا کی شاعری - ۹ — ۱۸

دیوان مع شرح - ۱۹ — ۱۷۴

ضمیمہ (گلِ رعنا سے ۲۹ نئے اشعار) ۱۷۵ — ۱۷۶

دیوانِ غالب کا متن جولائی ۱۸۶۱ء مطابق ۲۰ محرم ۱۲۷۸ھ کو مطبع احمدی (باہتمام امو جان) دہلی میں غالب کی زندگی میں جو نسخہ غالب کی تصحیح کے بعد شائع ہوا اسی سے لیا گیا ہے — یہ حسرت کا بیان ہے ۔معلوم نہیں انھوں نے اس ایڈیشن کو کیوں اپنی اساس بنایا' جس کے بارے میں غالب نے لکھا ہے:۔ دلی پر اور اس کے بانی پر اور اس کے چھپانے پر لعنت (پنج آہنگ /۲۴۶)

احمدی ایڈیشن کے بعد مطبع نظامی کانپور سے مزید احتیاط و تصحیح کے ساتھ کچھ ہی دن بعد دیوان غالب کا نیا ایڈیشن نکلا جس کو متن کے لئے اساس بنانا زیادہ بہتر تھا۔

شرح میں اوسطاً ہر غزل کے آدھے شعر لئے ہیں۔ محض پوری پوری غزلیں بغیر شرح کے نقل کر دی گئی ہیں ۔ اشعار کا مطلب بیان کرنے میں اس درجہ اختصار سے کام لیا ہے کہ یہ شرح سے زیادہ اشارات اور نوٹ ہو کر رہ گئے ہیں اور بس ۔کلامِ غالب کو مقبول عام بنانے میں شرح حسرت کا جو حصّہ ہے اُسے بہرحال نظرانداز نہیں ہونا چاہیئے ۔

(۶)

اور دواوینِ حسرت کی ترتیب و اشاعت کی تفصیل اور اسی کے ذیل میں حسرت کی شاعری کے بارے میں کچھ اشارات خود حسرت کی زبان سے سنئے :۔ اُن کا تکملہ میں کردوں گا :۔

" ابتدائے شاعری اس فقیر کی ۱۸۹۵ء سے ہوئی کہ اس سنہ سے اس کی غزلیں پیامِ یار لکھنؤ' و ریاضِ سخن وغیرہ گلدستوں اور رسالوں میں شائع ہونے لگیں۔ اس سے قبل کا کلام مشقِ ابتدائی کا نمونہ ہے' اعتبار کے قابل نہیں ۔اب تک نہ کبھی وہ شائع ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا ۔

" ضمیمہ دیوان حسرت موہانی : ۱۸۹۵ء سے ۱۹۰۳ء تک کی بعض غزلوں کا مجموعہ بطور ضمیمہ دیوان حسرت ۱۹۱۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ مجموعہ اب دوبارہ کبھی شائع نہیں ہوگا ۔ اس لئے کہ اُس دور کے کلام

میں کوئی خاص بات نہیں ہے۔

" دیوانِ حسرت حصّہ اوّل۔ یہ حصّہ ۱۹۰۳ء سے ۱۹۰۸ء تک کی اُن غزلوں کا مجموعہ ہے جو رسالہ اردوئے معلیٰ علیگڈھ اور اس کے عہد کے بعض دوسرے مشہور رسالوں میں شائع ہوئیں، اسی میں قیدِ فرنگ اوّل (۱۹۰۸ء سے ۱۹۰۹ء تک) کا بھی کُل کلام شامل ہے اور وہی گویا اس حصّہ کی جان ہے[۵]

" دیوانِ حسرت حصہ دوم۔ یہ قیدِ فرنگ ثانی کی اُن غزلوں کا مجموعہ ہے جو ۱۹۱۶ء میں علی گڈھ، للت پور، جھانسی اور الہ آباد کے جیلوں میں لکھی گئیں۔ اس مجموعہ میں وہ غزلیں بھی شامل ہیں جو قیدِ فرنگ اوّل اور قیدِ فرنگ ثانی کے درمیانی زمانے (۱۹۱۰ء سے ۱۹۱۵ء تک میں بمقام علی گڈھ لکھی گئیں۔ دیوانِ حسرت حصّہ سوم۔ یہ حصّہ قیدِ فرنگ ثانی (۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۸ء تک) کی اُن غزلوں کا مجموعہ ہے جو ۱۹۱۷ء میں پرتابگڈھ، فیض آباد اور لکھنؤ کے جیل خانوں میں لکھی گئیں۔

دیوانِ حسرت حصّہ چہارم یہ حصّہ قیدِ فرنگ ثانی کی اُن غزلوں کا مجموعہ ہے جو ۱۹۱۸ء میں فیض آباد اور میرٹھ کے جیل خانوں میں لکھی گئیں۔ اسی کے ساتھ قیدِ فرنگ کا دوسرا دور بھی ختم ہوا۔

دیوانِ حسرت حصّہ پنجم۔ یہ حصّہ اُن غزلوں کا مجموعہ ہے جو قیدِ فرنگ ثانی کے بعد باوقاتِ مختلف ۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۱ء تک کھٹور، میرٹھ، علی گڈھ اور کانپور میں لکھی گئیں۔ اس مجموعہ میں قیدِ فرنگ ثالث (جو اپریل ۱۹۲۳ء سے شروع ہوکر اس وقت تک جاری رہی ہے) کی وہ کل غزلیں بھی شامل ہیں جو سابرمتی جیل، احمد آباد، گجرات میں لکھی گئیں۔ یہ مجموعہ بغرض اشاعت سنٹرل خلافت کمیٹی بمبئی کے سپرد کردیا گیا تھا۔ مگر معلوم نہیں کس سبب سے اب تک اس کے شائع ہونے کی نوبت نہیں آئی (۲۶ نومبر ۱۹۲۳ء کو دیباچہ دیوان پنجم لکھتے وقت حسرت نے لکھا کہ کمیٹی نے یہ مجموعہ کہیں کھو دیا، اس لئے جو یاد آیا ہے حاضر ہے)

دیوانِ حسرت حصّہ ششم: یہ حصّہ قیدِ فرنگ ثالث کی ان غزلوں کا مجموعہ زیرِ نظر ہے جو مئی ۱۹۲۲ء

---

[۵] ۲۳ جون ۱۹۰۸ء کو اُردوئے معلیٰ پر مقدمہ سڈیشن قائم ہوا اور ۴ اگست ۱۹۰۸ء کو دو سال قید اور پانچسو روپے جرمانہ کا حکم سنایا گیا... تقریباً سال بھر ایک من آٹا پیسنے کی اس سخت مشقت سے سابقہ رہا جو عام طور پر دیگر قیدیوں سے بھی ایک ماہ سے زیادہ نہیں لی جاتی ... یہ کل غزلیں دن بھر چکی پیسنے کے اثناء میں کہی جاتی تھیں اور بوقت شام ایک قیدی دوست کو لکھوا دی جاتی تھیں جو ... نسبتاً زیادہ آزاد تھے" (اُردوئے معلیٰ اکتوبر ۱۹۰۹ء)

سے آخر ماہ ستمبر ۱۹۲۳ء تک بڑودہ سنٹرل جیل پونا میں لکھی گئیں۔ اس کے بعد کی غزلیں حصّہ ہفتم میں شائع ہونگی۔" (دیباچہ حصہ ششم)

دیوانِ حسرت حصّہ ہفتم: ۔"اس کی تصنیف میں ۲ ستمبر ۲۳ ۱۹ء سے ۱۳ ستمبر ۱۹۲۳ء تک کل ۱۱ دن صرف ہوتے ہیں . . . ." (دیباچہ دیوان حصۂ ہفتم)

جن جن بزرگوں سے اس فقیر کو فیض پہونچا ہے اُن میں سے اکثر کی جانب اسی مجموعہ میں کہیں نہ کہیں اشارہ موجود ہے۔ بزرگانِ دین اسلام کے علاوہ ایک موقع پر سری کرشن کا نام بھی آیا ہے۔ حضرت سری کرشن علیہ الرحمۃ کے باب میں فقیر اپنے پیر او پیروں کے پیر حضرت سیّد عبدالرزاق بانسوی قدس اللہ سرہٗ انوارہٗ کے مسلک عاشقی کا پیرو ہے ۔

مسلکِ عشق ہے پرستشِ حُسن   ہم نہیں جانتے عذاب و ثواب (دیباچہ حصہ ہشتم)

دیوانِ حسرت حصّہ ہشتم . . . . یکم اکتوبر ۲۳ء سے اس وقت تک کی تازہ غزلوں کا مجموعہ . . . وہ فارسی غزلیں بھی قیام فتحپور کے اُس زمانہ کی یادگار ہیں جبکہ حضرت اُستادیعنی مولانا سیّد ظہور الاسلام مرحوم نیز حضرت نیاز فتحپوری کے مرحوم والد ماجد کے فیض قرب نے نظم و نثر فارسی کی مشق کا ایک خاص شوق پیدا کردیا تھا۔" (دیباچہ حصّہ نہم، مورخہ ۱۰ نومبر ۲۳ء بروڈا جیل)

دیوانِ حسرت حصّہ نہم:۔" آخر ۱۹۲۳ء تک کی غزلوں کا مجموعہ"

۱۹۴۲ء میں حسرت کے کلام کا مجموعہ " کلیاتِ حسرت " کے نام سے شائع ہوا جو بارہ حصّوں اور دو ضمیموں پر مشتمل ہے۔ پہلے ضمیمے میں ۱۸۹۴ء سے ۱۹۰۳ء تک کا کلام ہے اور دوسرے ضمیمے میں ۱۹۴۰ء، ۱۹۴۱ء اور ۱۹۴۲ء کا۔ باقی کلیات ۱۹۰۳ء تا ۱۹۴۰ء کے عہد پر حاوی ہے[۱]۔ ۱۹۴۳ء سے ۱۹۵۱ء تک کا

---

[۱] ترتیب اس طرح ہے: پہلا حصّہ ۱۹۰۳ء - ۱۹۱۲ء
دوسرا ۱۹۱۲ء - ۱۹۱۶ء
تیسرا اکتوبر ۱۹۱۶ء - جولائی ۱۹۱۷ء
چوتھا اگست ۱۹۱۷ء - اپریل ۱۹۱۸ء
پانچواں اپریل ۱۹۱۸ء - اپریل ۱۹۲۲ء
چھٹا مئی ۱۹۲۲ء - ستمبر ۱۹۲۳ء
ساتواں ۲ ستمبر ۱۹۲۳ء - ۳۰ ستمبر ۱۹۲۳ء
آٹھواں حصّہ - یکم اکتوبر ۱۹۲۳ء - ۹ نومبر ۱۹۲۳ء
نواں " نومبر ۱۹۲۳ء آخر دسمبر ۱۹۲۳ء
دسواں " جنوری ۱۹۲۴ء - آخر مارچ ۱۹۲۴ء
گیارھواں " جنوری ۱۹۲۵ء - دسمبر ۱۹۳۴ء
بارھواں " جنوری ۱۹۳۵ء - جون ۱۹۴۰ء
ضمیمہ الف: زمانہ طالب علمی ۱۸۹۴ء سے ۱۹۰۳ء تک کا کلام
ضمیمہ ب- جولائی ۱۹۴۰ء - دسمبر ۱۹۴۲ء

کلام منتشر ہے۔[۱]

کلام حسرت کے بعض اچھے انتخابات ان کی زندگی میں نکل چکے ہیں۔ جلیل قدوائی کا انتخاب اس میں اہمیت رکھتا ہے۔ خود حسرت نے اپنا انتخاب تفصیل سے عبدالشکور کی کتاب "حسرت موہانی" کے لئے کیا (۱۹۴۴ء) اور مختصراً "اوراق گل" (رامپور) کے لئے (۱۸ نومبر ۱۹۴۱ء) مختصر سوانح اور مختصر انتخاب۔ ویسے ان کا سب سے اچھا انتخاب "نگار" کے حسرت نمبر میں نیاز صاحب نے پیش کیا ہے۔

(۷)

اور سب سے اہم صحافی حسرت کا مطالعہ ہے۔ بی۔ اے کا امتحان دیتے ہی نتیجہ کا انتظار کئے بغیر حسرت نکل کر اس میدان میں آ گئے۔ ۱۹۰۳ء کی پہلی جولائی کو حسرت کے ماہانہ اردوئے معلی کا پہلا پرچہ نکلا۔ مارچ ۱۹۰۸ء کا شمارہ مصر کے قومی رہنما اور برطانوی سامراج کے دشمن مصطفیٰ کامل کی یاد میں مرتب کیا گیا۔ کامل کا انتقال فروری میں ہوا تھا اور اپریل کی ترتیب میں شامل ایک مضمون باغیانہ ٹھہرایا گیا۔[۲] اور علی گڈھ کی حرمت بچانے کے لئے علی گڈھ کے بڑوں نے حسرت کے خلاف گواہی قائم کی۔ مضمون حسرت کا نہ تھا لیکن مقدمہ قائم ہونے پر حسرت نے سارا الزام اپنے سر لے لیا اور مضمون نگار کا نام بتانے سے انکار کر دیا۔ مقدمہ چلا اور اردوئے معلی کے ایڈیٹر کو سزا ہو گئی۔ اردوئے معلی بند ہو گیا۔

اکتوبر ۱۹۰۹ء میں جیل سے باہر آتے ہی حسرت نے اردوئے معلی پھر شروع کر دیا۔ اردوئے معلی کا یہ نیا دور جون ۱۹۱۳ء کے پرچہ کے ساتھ ختم ہو گیا۔ جب فقیر منش ایڈیٹر سے ایک مضمون کی اشاعت پر تین ہزار روپے کی ضمانت طلب کی گئی۔ درویش خدامست، تین ہزار کیا، مولانا آزاد کے بقول "دس دس کے تین نوٹ بھی فراہم نہ کر سکتا تھا۔"[۳] مجبوراً رسالہ بند کرنا پڑا۔

---

[۱] مکتبہ اشاعت اردو، دہلی (؟) کی شائع کردہ کلیات حسرت (۱۹۵۹ء) میں حصہ سیزدہم کے طور سے ۱۹۴۳ء تا ۱۹۵۰ء کا کلام بھی یکجا ہو گیا ہے۔ [۲] یہ مضمون اردوئے معلی ۱۹۰۸ء میں شائع ہوا۔ اس کی تصنیف تین مختلف اشخاص سے منسوب کی گئی ہے۔ سید ہاشمی فرید آبادی سے، فضل امین سے اور اقبال سہیل سے۔ فضل امین سے انتساب پہلی بار مجھے عفت موہانی کے نوٹ مندرجہ ہماری زبان ۱۹۵۰ء میں ملا۔ اقبال سہیل مرحوم نے خود مجھ سے کہا تھا کہ وہ مضمون ان کا لکھا ہوا تھا۔

[۳] الہلال مئی ۱۹۱۳ء۔

تیسری بار جنوری ۱۹۲۵ء میں کانپور سے اس کا اجرا ہوا۔ اگست ۱۹۳۹ء تک تو یقینی طور سے نکلتا رہا اس کے بعد دید نہیں، شنید' سے کہتا ہوں کہ اردوئے معلٰی ۱۹۴۲ء تک کم سے کم مارچ تک ضرور جاری تھا[۵۱] اسی سال اس کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا[۵۲]۔

اس طرح اُردوئے معلٰی کے تین دور ہیں۔

پہلا جولائی ۱۹۰۳ء سے اپریل ۱۹۰۸ء تک

دوسرا اکتوبر ۱۹۰۹ء سے جون ۱۹۱۳ء تک

تیسرا جنوری ۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۲ء تک

۱۹۱۳ء اور ۱۹۲۵ء کے درمیانی عرصے میں "جولائی ۱۹۱۴ء" سے ۱۹۲۰ء تک ایک سہ ماہی — "تذکرۃ الشعراء" کے نام سے بغیر ڈکلیریشن کے شائع کرتے رہے، جسے اردوئے معلٰی کا جانشین سمجھا جانا چاہیئے ۱۹۲۰ء تک جاری رہنے کی اطلاع میں نے حسرت ہی کے ایک بیان سے اخذ کی ہے جو ۱۹۲۵ء کے اردوئے معلٰی کے جنوری، فروری نمبر میں شامل ہے۔

مختلف ادوار کے اُردوئے معلٰی کا تعارف خود حسرت کی زبانی زیادہ دلچسپ ہوگا۔

دورِ سوم: "رسالہ اردوئے معلٰی کانپور، یعنی حسرت کا وہ مشہور رسالہ جو علی گڑھ سے ۱۰ سال یعنی ۱۹۰۳ء سے ۱۹۱۳ء تک نکلتا رہا اور جس نے دنیائے ادب و سیاست میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اب جنوری ۱۹۲۵ء سے دوبارہ کانپور سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ حجم ۴/۱ ۲ جز۔ قیمت سالانہ ۴/۱ نمونہ ۳/

(اشتہار مورخہ ۱۹۲۸ء) (آخری سرورق دیوان جرأت پر)

دورِ دوم: "رسالہ اُردوئے معلٰی علی گڑھ۔ یعنی صحیح اور فصیح اُردو کا مشہور اور قابل دید رسالہ جس میں منجملہ مضامین دلچسپ ہر مہینے شروع میں زیر عنوان تذکرۃ الشعراء اردو زبان کے مستند اساتذہ کے حالات اور اُن کے کلام پر بے لاگ تنقید، درمیان میں انتخاب بیاض اور موجودہ شعرائے ہند کی بہترین غزلیں اور

---

۵۱ عبدالشکور ۵۲ اُردوئے معلٰی کے رول اور اس میں حسرت کے سیاسی شعور اور ہندستانی مسلمانوں کے قومی شعور کے ارتقاء کو سمجھنے کے لئے ملاحظہ ہو آل احمد سرور: اردوئے معلٰی" اردو ادب، حسرت نمبر۔

آخر میں، اساتذہ اردو کے غیر مطبوعہ نایاب دواوین کا انتخاب، بالالتزام شائع ہوتا ہے، ادبی حیثیت سے ادب اردو کا اور کوئی رسالہ اردوئے معلیٰ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ۲۲×۱۸/۸ لکھائی چھپائی پسندیدہ۔ کاغذ دیسی حجم ۴۰ صفحے ماہوار۔ قیمت سالانہ مع محصولڈاک ؏ نمونہ ۲/ (اشتہار در اردوئے معلیٰ ۱۹۱۳ء)

دورِ اوّل:۔ اس رسالہ کا مقصد صرف ایک ہے، یعنی درستی مذاق، چنانچہ اسی لحاظ سے امور مندرجہ ذیل کی پابندی کی جائے گی۔

مضامین نثر ہر قسم کے شائع ہونگے۔ یعنی سوانحی، تاریخی، علمی، فلسفی، اخلاقی، تمدنی، ادبی، تنقیدی و متعلق بہ افسانہائے مکمل و مختصر۔

.... حصۂ نظم میں صرف اس قسم کی نظمیں شائع کی جائیں گی جن کے انداز بیان میں کوئی خصوصیت ہو۔ ان نظموں کے متعلق طرز قدیم وجدید کی قید نہ ہوگی۔

اس مقصدِ اصلی کے علاوہ چند ا در ضمنی مقاصد ہیں مثلاً قدردانیٔ اہل کمال و امداد زبان اردو۔ مضامین کے لئے ایک معقول معاوضہ دیا جائے گا۔ اس کے متعلق نیز دیگر امور کے متعلق خط و کتابت ایڈیٹر کے نام سے ہونا چاہیئے۔ جواب کے لئے ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنے کی ضرورت نہیں ہے۔

جن حضرات کی خدمت میں یہ رسالہ بلا درخواست حاضر ہوگا اُن سے تقاضائے قیمت کبھی نہ ہوگا۔ اگر وہ حضرات ازراہ قدردانی و ہمت افزائی قیمت عنایت فرمائیں گے تو عین کرم ہوگا ورنہ اردوئے معلیٰ کے لئے یہی معاوضہ کافی ہے کہ وہ اُن کی نگاہ سے گذرتا اور اس باریابی پر فخر کرتا رہے (قواعد و ضوابط مندرجہ اردوئے معلیٰ جلد اشمارہ ۱)

پہلے پرچہ کی ترتیب اس طرح تھی:۔

تذکرۃ الشعراء	از حسرت
تکالیف الحیات	از رشید احمد سالم
محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا شعبۂ علمی۔	از امجد علی اشہری
زبانِ اردو کی اصلاح و تدوین	
پولیٹیکل سائنس	از قاضی تلمذ حسین گورکھپوری۔

• انتخاب بیاض، مولانا مولوی سید آل حسن و بیاض منشی مسعود احمد ضمیر مینائی لکھنوی۔

سلسلہ افسانہائے مکمل و مختصر نمبر ۱۔ حرماں نصیب۔ از شاہد۔

حصۂ نظم:۔ میر مہدی مجروح، وفا رامپوری، حسرت موہانی۔

سعید احمد کے اہتمام سے مطبع احمدی علی گڈھ میں طبع ہو کر شائع ہوا"

پرچہ ١٨×٢٢/٨ کے ۴۰ صفحات پر مشتمل تھا۔ ایک پرچہ کی قیمت ۵ آنے تھی اور سالانہ چار روپے۔ پہلے پرچہ میں حصہ نظم کے شروع میں حسرت کا ہدایت کا رنوٹ آج بھی دلچسپی اور فائدہ سے خالی نہیں۔

"نظم کی آجکل دو قسمیں ہیں۔ اول نظم انداز جدید، دوم نظم انداز قدیم لیکن ان دونوں میں کچھ نہ کچھ کمی ضرور پائی جاتی ہے۔ مثلاً طرزِ قدیم کے کلاموں میں خصوصیت و ایجاد و قادر الکلامی کا پتا نہیں ملتا اور طرز جدید کی تحریروں میں دلچسپی و روانی و صحت و زبان کا مطلق خیال نہیں رکھا جاتا ہے، سیکڑوں گلدستے شائع ہوتے ہیں، خریدے بھی جاتے ہیں، اچھے بھی سمجھے جاتے ہیں، لیکن اُن کی غزلوں کو دیکھیے تو سب کی سب ایک ہی رنگ میں رنگی ہوتی ہیں، اُنکے بیکار ہونے کا ایک قطعی ثبوت یہ ہے کہ ان میں سوا ایک دو کے کسی کے انداز بیان میں کوئی خصوصیت نظر نہیں آتی یعنی غزلوں پر سے شعراء کے نام اڑا دیجئے تو کچھ بھی فرقِ امتیازی باقی نہیں رہ جاتا۔ جناب جلالؔ، ذاکر حسین یاسؔ، شمشیر بہادر جگرؔ اور عبدالحمید زیباؔ، ان سب کی غزلیں ایسی ہوتی ہیں کہ کسی ایک کی غزل ہم دوسروں کے نام سے بلا تکلف پڑھ سکتے ہیں۔ ایسی غزلوں کے چھاپنے سے ان کا نہ چھاپنا ہزار درجہ بہتر ہے۔ نیچرل اور قومی نظمیں بھی اب کثرت سے شائع ہونے لگی ہیں، ان میں سے بھی اکثر ایسی ہوتی ہیں جن کی اشاعت کا اور کوئی سبب اس کے سوا نہیں معلوم ہوتا کہ یا تو وہ انگریزی سے ترجمہ کی گئی ہیں یا ان میں ایک نئی بات نکل آئی ہے یعنی یہ کہ ان میں ردیف و قافیہ و خوبی ترکیب و صحت زبان کا مطلق لحاظ نہیں کیا گیا ہے، اس قسم کی نظموں کا بھی شائع نہ کرنا شائع کرنے سے بہتر ہے۔

اس قسم کی مشکلات کی بنا پر بندہ چاہتا ہے کہ اول تو اردوئے معلیٰ میں حصہ نظم بہت کم ہو اور جو کچھ ہو اس میں صرف وہ نظمیں اور غزلیں درج کی جائیں گی جن میں نئی انداز بیان، ایجاد و روانی کی ایسی کیفیتیں پائی جائیں کہ مصنف کے نام کے بغیر بھی یہ آسانی سے معلوم ہو سکے کہ وہ کسی معمولی فکر کا نتیجہ نہیں ہیں۔ طرزِ قدیم و جدید کی قید کو بھی میں ناپسند کرتا ہوں ......"

اس کے بعد جو غزلیں درج ہیں ان میں مہدی مجروح کی آخری غزل بھی ہے جو انھوں نے اکتوبر ۱۹۰۲ء کے مشاعرہ علی گڈھ میں پڑھی تھی۔ غزل درج کرنے کے بعد مجروح کے بارے میں ڈیڑھ صفحے کا طویل نوٹ بھی دیا ہے۔ (باقی)